الحق کا سوالنامہ اور اسکے جوابات

سلسلہ ۴ و ۵

میری علمی و مطالعاتی زندگی

۱- حضرت علامہ مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی
سابق شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ حال مدرسہ عربیہ
نیو ٹاؤن کراچی

★

۲- جناب ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی ڈائریکٹر
ادارہ تحقیقات اسلامیہ اسلام آباد

مکرم و محترم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں اب تک "الحق" کیلئے کچھ نہیں لکھ سکا۔ گرامی نامہ کے جواب میں تاخیر کے ساتھ دے رہا ہوں۔ دونو قصوروں کیلئے معذرت خواہ ہوں اور شرمندہ۔ ان دونو کا سبب ایک ہی ہے۔ یعنی کثرت مشاغل۔ پہلے قصور کی تلافی کرنے کی کوشش انشاءاللہ عنقریب کروں گا۔

سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

الف: اس سوال کا جواب میرے لئے آسان نہیں ہے۔ تفصیل آپ کیلئے باعث زحمت ہوگی اور اجمال میرے لئے تنگی کا سبب، تاہم تا بہ امکان دونو چیزوں سے بچتے ہوئے جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں۔

محترما! علم کے دو معنی ہیں۔ ۱۔ معلومات ۲۔ تنویر عقل۔ جملہ علوم سے خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی عقل انسانی کو ایک روشنی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس روشنی کا رخ درست ہونا لازم ہے۔ اگر یہ صحیح زاویئے سے نہ ڈالی جائے گی تو غلطی ناگزیر ہے۔ مثلاً کسی ایسی زمین پر جس میں متعدد گڑھے ہیں شب کو سطح زمین کے متوازی ڈالیں تو گڑھے آپ کی نظر سے مخفی ہوجائیں گے اور جو شخص اس روشنی سے اعتماد کرکے اس زمین پر چلے گا، وہ کسی نہ کسی گڑھے میں گریگا۔ بخلاف اس کے اگر آپ ذرا بلندی پر کھڑے ہوکر اسی زمین پر عمودی شکل میں روشنی ڈالیں تو گڑھوں کا اندرونی حصہ بھی روشن ہوجائے گا، اور رہرو کے لئے گرنے کا خطرہ نہ رہے گا۔ احقر کے خیال میں انسان کی علمی زندگی کا اہم ترین اور جوہری حصہ یہی ہوتا ہے یعنی نور عقل کے انتشار کا رخ اور زاویہ۔

اس تمہید کے بعد عرض کرتا ہوں کہ میری علمی زندگی

کے اس جزو اعظم پر جن چیزوں نے سب سے زیادہ اثر کیا ہے۔ وہ دو کتابیں ہیں۔ اوّل کتاب اللہ اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور احادیث کے مجموعوں میں سب سے زیادہ تاثیر بخاری شریف میں محسوس ہوئی۔

ان کے بعد جن کتابوں سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ سیدی ومرشدی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی تصنیفات و تالیفات ہیں۔ انکی شخصیت کے متعلق کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عیاں را چہ بیان۔ اور متعارف کا تعارف کرانے کی کیا حاجت ہے۔ حضرت مولانا عبدالشکورؒ کی ذات بھی محتاج تعارف نہیں ہے۔ انکی شخصیت اور انکی تصنیفات کا بھی میرے ذہن پر ایک خاص اثر ہوا۔ اور اسے ایک خاص رخ ملا۔ مکتوبات امام ربانیؒ اغاثۃ اللہفان، احیاء العلوم بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہیں۔ ہاں! گلستان بوستان حضرت سعدیؒ کا تذکرہ ہی کرنا بھول گیا۔ بچپن میں دونوں کتابیں پڑھی تھیں۔ لیکن ان کا لطف اب تک محسوس کرتا ہوں۔ امام شاطبیؒ اور انکی تصنیفات دونوں مجھے بہت پسند ہیں۔ الموافقات تو تعمق پیدا کرنے میں بے نظیر نہیں تو قلیل النظیر ضرور ہے۔ ہدایہ میں بھی "تفقیہ گری" کا وصف میں نے پایا، اور اس معاملہ میں اسکی نظیر میری نظر سے نہیں گزری۔ تفسیر میں امام رازیؒ کی تفسیر کبیر مجھے بہت پسند ہے۔ ان کے ذہن کی روانی اور انکی قوت اختراع وایجاد سے جو مباحث مشرقیہ میں بھی بہت نمایاں ہے میں بہت متاثر ہوں۔ امام شعرانی کی سلامت فہم اور مزاج شریعت سے واقفیت اور اس کے ساتھ شریعت کے علوم متعلق ظاہر وباطن میں جامعیت نے میرے دل میں ان کی وقعت وعظمت کے ساتھ محبت بھی پیدا کر دی ہے۔ قصہ تو بہت طویل ہے کہاں تک سمع خراشی کروں اتنے ہی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

۲۔ میرے اساتذہ کی تعداد زیادہ ہے اس لئے کسی استاذ کا مخصوص اثر میرے اوپر نہیں ہوا البتہ ان حضرات میں سے دو استادوں کو میں اب سب اساتذہ سے ممتاز پاتا ہوں اور انکی عظمت قلب میں زیادہ محسوس ہوتی ہے ایک تو حضرت مولانا مفتی حافظ قاری ظہور احمد صاحب رح حدیث میں نے انہیں سے پڑھی ہے۔ حدیث اور فقہ دونوں میں ایسے وسیع النظر عالم دنیائے اسلام میں گنے چنے ہی ہوں گے۔ اس کے ساتھ علوم متداولہ میں بھی اعلیٰ استعداد حاصل تھی۔ اگرچہ حدیث وفقہ کی ایسی بات کسی دوسرے فن میں نہیں تھی۔ موصوف مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں مدت دراز تک صدر مدرس اور مفتی کے منصب پر فائز تھے۔ اسی زمانہ میں مجھے ان سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ ان کے تبحر علمی کے علاوہ بھی میں انکی دو خصوصیتوں سے بہت متاثر ہوا۔ اوّل انکی طالبعلمانہ زندگی

اور علم سے ان کا شغف. جب میں نے ان سے پڑھا ہے تو ان کی عمر تقریباً ۷۰ سال تھی مگر مطالعہ اور کتب بینی کا شوق ہنوز پورے شباب پر تھا. شب کو شاید ہی کسی دن وہ ایک ڈیڑھ بجے رات سے پہلے بستر پر جاتے ہوں. مدرسہ میں جو اوقات درس سے خالی ہوتے تھے ان میں بھی فتویٰ نویسی یا مطالعہ میں مشغول رہتے تھے. دوسری چیز ان کی سادگی اور متقیانہ زندگی ہے— طرز تعلیم بھی بہت ہی مفید اور رواج عام کو دیکھتے ہوئے انوکھا تھا. خصوصیت یہ تھی کہ کتابیں مروجہ میں موجود درسی تھیں اور دوران تقریر طلبہ کو مآخذ دکھاتے جاتے تھے. بعضوں کے مطالعہ کے بعد بھی جن مآخذ تک ذہن کی رسائی نہ ہوتی انکا تعارف وہ درس کے وقت ہی کرا دیتے تھے.

دوسرے استاذ مولانا عجب نور صاحبؒ ہیں (بانی مدرسہ معراج العلوم بنوں) مدرسہ قاسم العلوم شاہی مسجد مرادآباد میں ان کے تلامذہ کی صف میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا. موصوف وسیع النظر تو نہ تھے، مگر علوم میں پختگی اور انکا استحضار غیر معمولی تھا. یہ دو صفتیں ایسی تھیں جو انہیں ممتاز علماء کی صف میں جگہ دیتی تھیں. زندگی سادی، طالبعلمانہ اور متقیانہ تھی. مطالعہ کا تو اتنا شوق نہ تھا مگر پڑھانے کا شوق بے حد تھا. صبح سے عشاء تک بلکہ اسکے بعد بھی دیر تک یہی مشغلہ سب سے بڑا اور دلچسپ مشغلہ تھا. صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے، قوی اور تندرست تھے. اس لئے تھکنے کا نام نہ لیتے تھے. برّد اللہ مضجعہ وطاب ثراہ

د—— ہند میں بکثرت رسائل میرے پاس آتے تھے. جو نئے دیکھنے کا موقع بھی کم ہی ملتا تھا. یہاں دو رسالوں کو جانتا ہوں. بینات اور الحق دونوں ماشاءاللہ بہت اچھے ہیں.

ہ—— "د" میں اسکا جواب بھی آگیا.

ز، ح، ط—— یہ خط ان سوالات کا متحمل نہیں ہو سکتا. اس کے لئے مستقل مضمون کی حاجت ہے. حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے لٹریچر کی کمی ہے پھر انتخاب کے بارے میں نقطہ نظر کا فرق بھی ہو سکتا ہے. تاہم مندرجہ ذیل کتابیں موجودہ دور میں مفید ہیں. فتنوں کے اعتبار سے آپ خود تقسیم فرمالیں. سیرۃ النبیؐ (علامہ شبلی مرحوم) ازالۃ الخفا (شاہ ولی اللہ) حجۃ اللہ البالغہ. حکیم الامت سیدی ومرشدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی تصنیفات ومواعظ—— "مذہب ومعقولیات". مولانا عبدالباری صاحب ندوی مدظلہٗ. قادیانی مذہب. مولانا الیاس صاحب برنی مرحوم. ہدایۃ الممتری عن غوایۃ المفتری (مولانا عبدالغنی خاں صاحب مرحوم) (رد قادیانیت میں) منہاج السنۃ امام ابن تیمیہ.

یہ چند کتابیں اسوقت ذہن میں آئیں وہ میں نے لکھ دیں. حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ کی کتابیں بھی بہت مفید ہیں. تدوین حدیث. مولانا مناظر احسن